محدث فتویٰ
مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

سوال

(23) کرائے کے مکانوں کی آمدنی پر زکاۃ

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک شخص کے پاس مختلف مکانات ہیں اوران کا کرایہ آرہاہے کیا اس شخص پر اس کے مکانات میں زکوۃ واجب ہے ؟ اگر نہیں توزکوۃ سے بچنے کا اچھا بہانہ ہے اوراگر ہے توکیا دلیل ہے ؟ اوراس کی صورت کیا ہے ؟ مدلل ارشاد ہو

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

ان مکانات معیجن کا کرایہ ماہ بماہ آتا رہتا ہے زکوۃ واجب نہیں ہے کیونکہ کرایہ کی یہ جائداد ان اشیاء میں نہیں ہے جن میں زکوۃ واجب ہے اورنہ اموال تجارت سے ہے

مَالِكٌ؛ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبَ إِلَى عَامِلِهِ عَلَى دِمَشْقَ (1) فِي الصَّدَقَةِ : إِنَّمَا الصَّدَقَةُ فِي الْحَرْثِ ، وَالْعَيْنِ ، وَالْمَاشِيَةِ وَلاَ تَكُونُ الصَّدَقَةُ إِلاَّ فِي ثَلاثَةِ أَشْيَاءَ : فِي الْحَرْثِ ، وَالعَيْنِ ، وَالْمَاشِيَةِ قال محدث الهندفی المسوی : وعلیه اهل العلم ان صدقة الاموال علی ثلثة اقسام وزکوة التجارة انما توخد بحساب القیمة وأما صدقة الفطر فهی صدقة الروس انتهی

ہاں کرایہ کی آمدنی کا روپیہ جب نصاب کوپہونچ کرایک سال تک مالک کے پاس بارقی رہے تواس میں حولان حول کے دن زکوۃ کی ادائیگی واجب اور فرض ہوگی پھر نصاب کی مقدار کوپہنچنے کے بعد ماہ بماہ جس قدر کرایہ آتارہے اس میں ہر ایک کا الگ الگ حول اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں یعنی ان کرایہ ہائے مستفادہ کا علیحدہ حساب نہیں رکھاجائے گا بلکہ پہلے نصاب کے ساتھ ضم کرکے ہی ان کی زکوۃ بھی اداکردیں ۔

لان فی اعتبار الحول لکل مستفاد حرجا عظیما وهو مدفوع بالنص

روبیہ خرچ کرکے کرایہ کے مکانات تعمیر کرانا زکوۃ سے بچنے کا حیلہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ان کی آمدنی یعنی کرایہ کے روپوں کی میں بشرط نصاب زکوۃ واجب ہوگی اوراگر صورت مذکورہ حیلہ مذمومہ میں داخل ہے توراضی مزروعہ یا سکونتی مکان وغیرہ خریدنے کو بھی حیلہ کہنا پڑے گا هذا ما تری ۔ محدث

پراویڈینٹ فنڈکی زکوۃ کا حکم اس فنڈکی حیثیت اور حقیقت معلوم ہونے پر ہی متعین اورواضح ہوسکتا ہے اگراس فنڈکی رقم امانت ودیعت کی طرح ہے توجس کی رقم اس فنڈمیں جمع ہوتی ہے اس کوقبل وصول ہونے کی بشرط نصاب حولان حول سال بسال زکوۃ اداکرنی ہوگی اوراگریہ رقم قرض کی طرح ہے تواس کا حکم دوسرا ہے ۔

امانت ودیعت جس پر شاہد موجود ہواورامین اس کا معترف ہوبشرط نصاب وحولان حول مستودع یعنی مالک کےلئے ہر ہر سال اس کی زکوۃ اداکرنی لازم ہے ۔ لان الودیعة بمنزلة مافی یده

لان المستودع نائب عنہ فی حفظہ ویدہ کیدہ (المغنی 4/270) اور دین وقرض دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ کہ مقروض اس کے ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے اور اس کا مقر ہے منکر نہیں ہے ۔ ایسے دین کے بارے میں ائمہ کے چار قول ہیں :

(1) وصول ہونے سے پہلے اس کی زکوۃ ادا کرنا لازم اور ضروری نہیں ہے ۔ اور جب وصول ہوجائے تو تمام گذشتہ سالوں کی زکوۃ ادا کرنی ضروری ہے ۔ یہی مذہب ہے امام احمد امام ابو حنیفہ کا لأنہ دین ثابت فی الذمہ فلم یلزمہ الاخراج قبل قبضہ کما لو کان علی معسر وانما یزکیہ لما مضی لانہ مملوک لہ یقدر علی االانقطاع فلزمتہ وکونہ کسائر اموالہ

(2) وصول ہونے کے بعد صرف ایک سال بسال زکوۃ ادا کرنی ضروری ہے

روی عن ذلک عن عثمان وابن عمر وجابر رضی اللہ عنہم والیہ ذہب طاؤس والنخعی والحسن والزہری وقتادۃ وحماد بن سلیمان والشافعی واسحق وابو عبید لانہ قادر علی أخذہ والتصرف فیہ فلزمہ اخراج زکاتہ کالودیعۃ

(3) وصول ہونے کے بعد صرف ایک سال زکوۃ ادا کرنی ہوگی ۔ والیہ ذہب مالک وري ذلک سعید بن المسیب وعطاء بن ابی رباح وعطاء الخراسانی وابی الزناد لانہ لووجب لکل سنۃ فربما اجحفتہ الزکوۃ لکن عدم الزکاۃ فی الدین عند المالکیۃ مقید بشروط اربعۃ کما کتب فروعہم ۔

(4) دین میں زکوۃ ہی نہیں ہے ۔ قال بہ عکرمۃ وري ذلک عن عائشۃ وابن عمر لانہ غیر نام فلم تجب زکوۃ کعروض القنیۃ

ہمارے نزدیک پہلا قول راجح ہے ۔

دین کی دوسری قسم وہ جو معسر تنگ دست غیر متطیع کے ذمہ ہو یا ایسے شخص کے ذمہ ہو جو اس منکر ہے اور شاہد موجود نہیں ہے یا وہ بار بار وعدہ کرکے ٹالتا جاتا ہے حتی کہ اس کے ملنے کی امید نہیں رہ گئی ہو ایسے مال کو اصطلاح فقہاء میں مال مار کہا جاتا ہے ۔ وہو الغائب الذي لا یرجی اي لایقدر بہ علی اخذہ یعنی یتعذر اخذو وصولہ کالمسروق والمغصوب والمجحود والضال ایسے مال کے بارے میں تین قول ہیں :

(1) اس میں زکوۃ نہیں ہے ے اور جب کبھی وصول ہوجائے یا مل جائے اور واپس آجائے تو مال مستفاد کے حکم میں ہوگا یعنی وصول کے بعد ایک سال گذرنے پر اس میں زکوۃ واجب ہوگی ۔ والیہ ذہب ابو حنیفہ وہو القول القدیم للشافعی وہو روایہ لاحمد والنظر فی ذلک انہ غیر مقدور علی الانقطاع بہ فاشبہ مال المکاتب فی تعطل النماء وہو قول قتادہ واسحق وابی ثور

(2) وصول ہوجانے کے بعد تمام گذشتہ سالوں کی زکوۃ ادا کرنی واجب ہوگی اور قبل وصول کے کچھ لازم نہ ہوگا ۔ لما روی عن فی الدین المظنون ان کان صادقا فیزاذا قبضہ لما مضی وروی نحوہ عن ابن عباس رواہما ابو عبید ولانہ مملوک یجوز التصرف فیہ فوجبت زکوتہ لما مضی کالدین علی الملی وہذا اظہر قول الشافعی وہی روایۃ عن احمد

(3) وصول ہوجانے کے بعد صرف ایک سال کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی ۔ لخوف الجحاف اذا وجبت لجمیع السنین والیہ ذہب مالک وری عن عمر بن عبدالعزیز والحسن واللیث والاوزاعی وفیہ ان ہذا المال فی جمیع الاحوال علی حال واحد فوجب ان یتساري في وجوب الزکوۃ او سفر سقوطہا کسائر الاموال

ہمارے نزدیک دوسرا قول راجح ہے۔ اس تفصیل کی روشنی میں پراویڈینٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم کا زکوۃ سے متعلق حکم معلوم کرنا امید ہے مشکل نہیں ہوگا بلکہ آسان ہوجائے گا ۔ مکاتیب

اس فنڈ (پراویڈنٹ فنڈ) کی زکوۃ نہ توفی الحال واجب ہے اور نہ وصول کے بعد فورا بلکہ جب کبھی یہ پورا فند وصول ہوکر آپ کے قبضہ میں آجائے اور تاریخ وصولی کے بعد اس پر آپ کی ملکیت اور قبضہ میں سال پورا ہوجائے اور وصول شدہ فنڈ بقدر نصاب ہو تب اس میں زکوۃ واجب ہوگی اس سے پہلے نہیں ۔ جیسے مہر مؤجل پر زکوۃ واجب نہیں تا وقتیکہ وہ دین مہر قبضہ میں نہ آجائے اور وصولی کے بعد اس پر پورا سال نہ گذر جائے ۔

سال کے اندر مثلاً : رمضان سے دوسرے رمضان تک کے درمیان میں وقتاً فوقتاً آپ جس قدر رقم جمع کرتے ہیں اور ضرورت پر بقدر ضرورت نکالتے رہتے ہیں ان کو چھوڑ کر جس قدر رقم بینک میں سال بھر پڑی رہے اور وہ بقدر نصاب ہو تو صرف اسی رقم پر زکورۃ واجب ہوگی۔ ہر سال حرف ایسی ہی رقم میں زکوۃ ہوگی۔ درمیان سال میں جمع کی جانے والی اور نکالی جانے والی رقوم کو اسی سال نصاب میں محسوب نہیں کیا جائے گا۔ مکتوب

فنڈ کا ہاف حصہ جو سکول انتظامیہ کمیٹی اپنی طرف سے ملاتی ہے وہ اس کی طرف ایک طرح کی اعانت اومدار اور احسان وسلوک ہے اس لئے اس کے قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ البتہ اس جمع شدہ فنڈ پر بینک کی طرف سے سود ملتا ہے وہ شرعاً ربو حرام ہے اوسکو لے کر اپنے اور پر یا کسی مسلمان پر خرچ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ اس سود کی رقم کو بینک میں نہ چھوڑا جائے بلکہ لے ان سرکاری ٹیکسوں میں صرف کر دیا جاے جو شرعاً ظلم معلوم ہوتے ہیں۔

یہ فنڈ جب وصول ہو جائے تو اوسی وقت اس کی زکوۃ نکالی جائے گی صرف اوس ایک سال کی کہ جس میں وصول ہوا ہے یا تمام گذشتہ سالوں کی کہ جب وہ نصاب کو پہنچ گیا ہے یہ امر مختلف فیہ ہے۔ احتیاط اس میں ہے کہ تمام گذشتہ سالوں کی نکالی جائے ویسے امید ارگنجائش اس کی ہے کہ صرف ایک سال کی نکالنے پر اکتفاء کیا جائے۔ اس لئے کہ گذشتہ برسوں میں وہ فنڈ اوس کی دسترس سے خارج تھا۔ نہ وصول کر سکتا تھا نہ اوس کو کاروبار میں لگا سکتا اور وصل کرنے بعد آئندہ جب تک وہ رقم بقدر نصاب رہے ہر سال حسال سے زکوۃ نکالنی ہوگی۔ مکتوب

ملازمت پشہ لوگ اپنی تنخواہ سے ہر مہینہ جو کچھ رقم ڈاک خانہ یا بینک میں جمع کرتے رہتے ہیں۔ وہ ڈاکخانہ یا بینک سے ملنے والی کتاب درج ہوئی رہتی ہے۔ اس کو دیکھ کر جمع کرنے والے کو معلوم ہو سکتا ہے کہ کس مہینہ میں مجموعی رقم نصاب کو یعنی : اس مقدار کو پہنچ گئی ہے جس سے ساڑھے باون تولے چاندی خریدی جاسکتی ہے۔ جس دن اور تاریخ کو یہ مجموعی رقم نصاب کو یعنی : مذکورہ خاص کو پہنچ جائے اوس تاریخ سے جب مقدار پر پورا سال گزر جائے یعنی سال بھر تک بینک یا ڈاک خانہ میں جمع رہے یا نکال لینے کے بعد گھر میں پڑے رہے تب اوس میں زکوۃ کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اس مقدار پر پورا سال گذرنے تک درمیان میں جس قدر رقم جمع ہوتی جائے اور اس کی زکوۃ بھی اگر چہ وہ نصاب کو نہ پہنچی ہو۔ ساتھ ہی نکال دی جائے۔ اسی طرح سال بہ سال جب تک رقم نصاب کے برابر رہے یا نصاب سے زیادہ رہے سب کی زکوۃ ادا کی جایا کرے۔ فرض کیجئے کہ اس وقت چاندی فی تولہ تین روپیہ میں ہے تو نصاب 2/1-52 تولے کی قیمت ایک سو ستاون روپیہ پچاس ہوئی۔ پس فی الحال موجود روپیہ سے اوس کا نصاب 157 روپیہ پچاس پیسے ہوا۔ اب زکوۃ میں اس کا چالیسواں حصہ نکال دیا جائے۔ پھر اس کا نصاب سے زائد جس قدر رقم جمع ہو اس کی زکوۃ بھی اس حساب سے نکالے جائے۔

درمیان سال میں ڈاک خانہ یا بینک سے ضرورت پر جو رقم نکالی جائے اور خرچ ہو جائے اوس کو چھوڑ کر بقیہ رقم بقدر نصاب رہ جائے تو صرف اس بقیہ بقدر نصاب رقم زکوۃ ہوگی۔ سال پورا ہونے سے پہلے خرچ کے لئے نکالی ہوئی رقم پر زکوۃ نہیں ہوگی۔ جمع شدہ رقم پر ملنے والا سود جمع کرنے والے کی ملکیت نہیں ہے اور اس کے لئے حلال نہیں ہے پس اوس کی زکوۃ کا نکالنے سوال ہی پیدا ہوتا ہے۔

ملازموں کی تنخواہ سے کٹ کر جو فنڈ سرکاری خزانہ میں جمع ہوتا ہے اوس پر زکوۃ اس وقت لاگو ہوگی جب وہ جمع ہوتے ہوتے نصاب کو پہنچ جائے لیکن زکوۃ کی ادائے گی اس وقت لازم ہوگی جب وہ وہ وصول ہو جائے۔ وصول ہونے کے وقت جتنے نصاب ہوں اور ان پر جتنے سال گذرے ہوں ان تمام نصابوں کی تمام گذرے ہوئے سالوں کی طرف سے زکوۃ اکھٹی نکالنی ہوگی۔

سود کی رقم جو گورنمنٹ دیتی ہے اسے لے کر سرکاری ٹیکسوں میں خرچ کر دیا جا جائے جو شرعاً غلط ہوں اور ظلم وزیادتی اور جبر کے حدود میں آتے ہوں۔ اپنے اوپر یا کسی بھی مسلمان کے اوپر خرچ نہ کی جائے اور نہ حکومت کے خزانہ یا بینک میں چھوڑی جائے۔ مکتوب

خیال تھا کہ دونوں مسئلوں پر تفصیل سے لکھوں لیکن اب تک اس کی کوئی صورت نہیں نکل سکی۔ اس لئے مختصر اشارہ کرتا ہوں آپ خود تفصیل کر لیں۔

(1) اموال ظاہرہ (مویشی زمین پیداوار مال تجارت جس کو مسلم تاجر اسلامی شہروں میں ایک منڈی سے دوسری منڈی میں لے کر گھومتا رہتا ہو) کی زکوۃ کا اخفاء تو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ مویشیوں کی زکوۃ اور غلوں اور پھلوں کا عشر یا نصف عشر اسلامی حکومت کا عاشر عامل ساعی خود جا کر علی رؤس الاشہاد وصول کرتا ہے اور مال تجارت کی زکوۃ مدخل بلد مقرر نگراں

عاشر وصول کرتا ہے۔

رہ گئی مال باطن یعنی :صامت (سیم وزرا رونقد سکے اورزیورات) کی زکوۃ توبعض علماء(ابن عباس وغیرہ) کاخیال یہ ہے کہ مطلقا اس کاابداء افضل ہے ابن کثیر لکھتے ہیں(1/432) اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِن تُخۡفُوهَا وَتُؤۡتُوهَا الۡفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَكُمۡ عامۃ فی اَن اخفاء الصدقۃ افضل سواء کانت مفروضۃ اومندوبۃ لکن روی ابن جریر من طریق علی بن طلحۃ عن ابن عباس فی تفسیر ہذا الایۃ قال :جعل اللہ صدقۃ السر فی التطوع تفضل علانیتہا فقال :بسبعین ضعفاء وجعل صدقۃ الفریضۃ علانیتہا افضل من سرہا فقال :بخمسۃ وعشرین ضعفا

ان لوگوں کے نزدیک اخفاء صدقہ کی احادیث وآیات کا محمل صرف نافلہ ہیں۔

میرے نزدیک صدقات تطوع اخفاء افضل ہے۔ ہاںاگر برملادینے میں دل ریاء وسمعہ کی تحریک نہ پیدا ہواور دوسرے لوگوں کواس سے ترغیب دلانی مقصود ہواور تجربہ ااس کااچھا اثر ہوتا ہویااخفاء میں لوگوں کواس کے متعلق بخل وامساک کی بدگمانی ہوتی ہو توان صورتوں میں صدقہ نافلہ کابھی اظہار اس کے اخفاء سے افضل ہے اورجہاں اسلامی حکومت قائم ہواور اسلامی نظام کے مطابق بیت المال موجود ہووہاں تومال صامت کی زکوۃ مفروضہ بیت المال میں جاکر جمع لازم ہے یا مصدق کودینی ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کوخالد عباس ابن جمیل کے پاس مال صامت ہی کی زکوۃ وصل ول کرنے کےلئے بھیجا تھا۔ پھر وہاں بہرحال ابداء کی سواچارہ نہیں اس لئے وہاں ابداہی متعین اورافضل ہے۔

رہ گیا ایسامقام جہاں یہ صورت حال نہ ہو نہ اسلامی حکومت اور بیت المال ہو نہ جماعتی نظم ہوتووہاں بھی اس کااظہار اس صورت میں افضل ہے۔جب کہ ریاء وسمعہ سے محفوظ رہے اوراخفاء میں لوگوں کواس کے متعلق یہ بدگمانی ہوکہ یہ صاحب نصاب ہوکر زکوۃ ادانہیں کرتا البتہ نماز وغیرہ کرطرح اعطاء زکوۃ میں بھی ریاء وسمعہ نیز من واذی سے محفوظ رکھنے کی کوشش ضروری ہے۔

لیکن میرے نزدیک جماعتی نظم قائم کرکے زکوۃ وفطر اور عشر وصول کرنا اروباقاعدہ ایک نظام کے ماتحت مستحقین کاپتہ لگاکران میں تقسیم کرنا انفرادادینے سے بہرحال افضل اور بہتر ہے۔ یہ مولوی نہ اسلامی حکومت کے قیام کی سعی کریں گے اورنہ جوکچھ ان کے بس میں ہے اس کواختیار کریں گے۔ ہاتھ پرہاتھ دھرے اسلامی حکومت یامہدی موعود کاانتظار کریں گے۔ اللہ تعالی ان پررحم کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ چپکے چپکے زکوۃ دینے کی صورت میں غیر مستحق مولوی چپکے چپکے خود ہی وصول کرلیا کرتے ہیں اورجماعتی نظم کے ماتحت بیت المال قائم ہونے کی صورت میں محروم ہوجاتے ہیں اس لئے آب کے اس نظام کی مخالفت کررہے ہیں۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں مسلم تاجروں سے عاشر زکوۃ وصول کرکے ان کورسید دیاکرتا تھا کہ دوبار بغیر حولان حول کے ان سے دوسرا عاشر زکوۃ وصول نہ کرے (کتاب الاموال ص :538' 1284)عام طورپر عشر اور مویشیوں اور سیم وزر کی زکوۃ کے درج رجسٹر کرنے اوراصحاب اموال کورسید دینے کا ذکر نہیں آتا اس لئے کہ عہد نبوت وخلافت راشدہ میں عمال اورساعی محتاط ہوتے اور عوام کوان پر اعتماد ہوتا۔ اب وہ بات نہیں رہی اس لئے احتیاط درج رجسٹر کرنا اوررسید دینا اورجس قدر کسی کودی جائے اورجس کودی جائے اس کانام درج کرنا مناسب بلکہ ضروری ہے۔ دہلی کے امام باڑہ میں بڑے اورچھوٹے امام کوحلقہ والے زکوۃ فطر دیتے۔ یہ لوگ جہاں چاہتے خرچ کرتے نہ حساب نہ کتاب من مانی طور خوب اڑاتے۔ جب کوئی من چلا سرپھرا باقاعد حساب وکتاب رکھنے کی تجویز پیش کرتا کہہ دیتے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں رجسٹر وغیرہ کہاں تھے؟ ان اللہ

ان مخالفین کی مخالفت کی پرواہ نہ کی جائے اورخاموشی کے ساتھی کام کیاجائے ان شاء اللہ حسن انتظام دیکھ کر یہ لوگ خود شرمندہ ہوں گے۔ مرقومہ تفصیل سے معلوم ہوگا کہ صدقات نافلۃ کااخفاء ہر حالت میں افضل نہیں ہے۔ اسی طرح زکوۃ مفروضہ کااظہار بعض حالات میں افضل ہے بلکہ ابن عباس کے قول کے مطابق اس کاابداء بہرحال افضل ہے۔ مکاتیب

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2 ۔ کتاب الزکاۃ

صفحہ نمبر 60

محدث فتویٰ